سچ

قیمت سالانہ سے — قیمت ششماہی عہ۲
بیرون ہند ۔ شلنگ — فی پرچہ ار

نمبر ۴۸ | ۷ جمادی الثانی ۱۳۵۲ھ ۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۳۳ء | جلد ۲

سچی باتیں

آپ کے تعلقات اگر سچے ہیں تو، اور اگر نہیں سچے ہیں، تو بھی، اب تک آپ کے کتنے دوست اور عزیز آپ کی نظروں کے سامنے اس دنیا سے کوچ کر چکے ہیں۔ کیسے کیسے توانا و تندرست جوان، کیسے کیسے کسرتی و ورزشی پہلوان، کیسے کیسے نوعروس نازک اندام و نہال، کیسے کیسے ہنستے کھیلتے بچے، جنکی موت کبھی آپ کے وہم و گمان میں بھی نہ آئی ہوگی، دیکھتے ہی دیکھتے چل بسے ہیں۔ اور علماء، جنکے علم و فضل کی شہرت سے ملک کی فضا گونج رہی تھی، ممتاز مصنفین، جنکے قلم کی ایک ایک سطر کے لیے شوق و عقیدت کی آنکھیں کھلی رہتی تھیں، مشہور سرداران قوم، جنکے ہر قدم کو آنکھوں سے لگانے کے لیے لاکھوں کروڑوں منتظر رہتے تھے، مقدس بزرگان دین، جنکے زہد و تقویٰ پر انسانیت کو ناز تھا، چلتے پھرتے جوان جو رستم و سہراب کا نام روشن کیے ہوئے تھے، محبت کرنے والے شوہر، جان نثار کرنے والی بیوی، ماتا کی ماری ماں، سعادت مند فرزند، فرمانبردار بیٹی، جگری دوست، ان سب کے بے نشان و گمان یک بیک اٹھ جانے کی دردناک اور عبرت خیز مثالیں کثرت سے آپ کی نظر سے گذر چکی ہیں!

پھر یہ کیا ہے، کہ سب کچھ جاننے کے بعد، یہ سب کچھ سمجھنے کے بعد، یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد، بھی آپ بدستور اسی طرح غفلت، بیفکری، اور بےحسی میں پڑے ہوئے

ہوئے ہیں! آپ زبان سے اقرار کرتے ہیں، کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں، ہر جگہ، ہر وقت، ہر لمحہ، ہر گھڑی، ہر انسان کو موت کا نہ ٹل سکنے والا پیام پہونچ سکتا ہے، لیکن اپنے دل میں اپنی موت کو آپ کبھی اپنے قریب نہیں پاتے! موت جب آتی ہے تو نہ جوان کو چھوڑتی ہے، نہ بوڑھے کو، نہ بچے کو، نہ نیک کو نہ بد کو، نہ تندرست کو نہ بیمار کو۔ دوسروں کی مثالیں دیکھ دیکھ کر بھی، آپ کو یہ عقیدہ قائم کرنا پڑتا ہے، لیکن اس کلیہ سے اپنی ذات گرامی، اپنے وجود عزیز، اپنی جان شیریں، کو آپ ہمیشہ مستثنیٰ کر لیتے ہیں! فلاں امتحان فلاں سال پاس کریں گے، فلاں سال اتنا روپیہ جمع کر لیں گے، فلاں سال لڑکے کی شادی کریں گے، فلاں سال فلاں سفر کریں گے، فلاں سال فلاں عہدہ سے پنشن لیں گے، فلاں سال اس قدر جائداد خرید کریں گے، فلاں سال کاروبار سے اتنا نفع حاصل کریں گے، "موت"، اور "بے وقت موت" کی گرم بازاری آپ ہر وقت دیکھتے ہیں، اور پھر آپ کا ذہن ہر وقت اسی قسم کے منصوبے باندھتا رہتا ہے!

قریب آ رہا ہے وہ وقت، جب آپ دوسروں کے مکان پر نہیں، دوسرے آپ کے مکان پر، تعزیت کے لیے جمع ہوں گے، جب آپ کا بےحس و حرکت، بےروح، ٹھنڈا جسم گھر سے تختہ پر غسل کے لیے پڑا ہوگا، جب آپ اس درجہ بےبس ہو جائیں گے کہ خود بیکسی اور بےبسی کو بھی آپ پر رحم آ جانے لگا، جب آپ کے بچے بلبلا بلبلا کر آپ کو پکار رہے ہوں گے، اور آپ اشارہ تک بھی نہ کر سکیں گے، جب آپ کی پیاری بیوی آپ کے غم میں روتے روتے دیوانی ہو جائے گی، اور آپ اسکا ایک آنسو بھی

نہ خشک کر سکیں گے، جب آپ کے وارث و اعزہ دل پھاڑ پھاڑ کر رو رہے ہوں گے اور آپ انھیں مطلق تسلی نہ دے سکیں گے، جب آپ کا جسم چارپائی پر ڈال کر اٹھایا جانے لگے گا، جب دوسرے آپ پر نماز جنازہ پڑھیں گے، جب آپ ایک تنگ و تاریک گڑھے میں ڈال دیے جائیں گے، جب آپ ہزاروں من مٹی کے نیچے دبے ہوں گے —— قریب آ رہا ہے وہ وقت، بہت قریب آ گئی ہے وہ گھڑی، آن پہنچی ہے وہ نہ ٹلنے والی ساعت۔ آپ اپنی "دلچسپ" و "شگفتہ" مجلسوں میں، "پُربہار" و "طرب انگیز" صحبتوں میں، "رنگین" و "پُرلطف" جلسوں میں، کبھی بھی اس وقت کو، جب ان چہچہوں اور قہقہوں پر محض افسوس ہی افسوس ہوگا، یاد کر لیتے ہیں؟

خلیل احمد صاحب بستوی کو جواب

آپ نے جو عنایت نامہ سچ کے "منیجر" ایڈیٹر کے نام روانہ فرمایا ہے، موصول ہوا۔ لیکن آپ نے اپنا پتہ کچھ بھی نہ تحریر فرمایا، اس لیے مجبوراً اخبار ہی کے ذریعہ سے جواب عرض کرنا پڑتا ہے۔ جواب کے لیے آپ کی مختلف عبارتوں پر نمبر ڈال دیے گئے ہیں:

"آپ کے اخبار کی خریداری کی ترغیب میں نے اپنی دیہاتی آبادی ضلع بستی میں لوگوں کو دلائی، چنانچہ دو ایک خریدار ہو گئے[1]۔ مگر جب مجھے پتہ چلا، کہ آپ نے روش بدل دی ہے[2]، یعنی قبر پرستوں اور تعزیہ پرستوں[3] کی شرکت انجمن خدام الحرام[4] کے زیر اثر ہو کر[5] سلطان عبد العزیز ابن سعود حامی دین کی مخالفت اختیار کی، تو میں نے ترغیب دلانی بند کر دی ...... آپ محمد علی رامپوری ایڈیٹر ہمدرد کی شخصیت سے مرعوب نہ ہوں[6]، اس لیے کہ وہ بوجہ اسکے کہ مدتوں سے راجہ محمود آباد سے تنخواہ پاتے ہیں[7]، اس لیے بھی انکی مخالفت ابن سعود سے لازمی ہے ...... رہا دار المصنفین و ادارہ فرنگی محل[8]، تو انکا کارنامہ اسلام کے متعلق وہ حضرت امیر علی شہید سے پیدا ہے ...... جو لوگ قرآن و حدیث کے عرف و تائید ہیں، انکو یہ اور جو دیندار مسلمان دشمن اسلام سمجھتے ہیں[10]۔"

(۱) یہ واقعہ اگر صحیح ہے، تو دفتر میں اسکی اطلاع اصل کافی تھی۔ ایڈیٹر پر خواہ مخواہ اس احسان کا اظہار خدا معلوم کیوں ضروری خیال فرمایا گیا۔

(۲) آپ کو پتہ چل گیا، لیکن مجھے آج تک سچ کی روش میں تبدیلی کا پتہ نہیں چلا، عاجز ہوں، کہ آپ کی باخبری پر رشک کروں یا اپنی بےخبری پر ماتم!

(۳) "پرستش" آپ کی زبان میں اپنے عام اور لغوی معنی کے علاوہ بھی غالباً کچھ مفہوم رکھتی ہے، ورنہ میں نے اب تک کسی ادنیٰ سے ادنیٰ تعزیہ دار کو تعزیہ کو، نہ قبر کو، باوجود تعزیہ داری اور قبر کی غیر شرعی تعظیم کے، بجز اللہ کے کسی اور کو معبود قرار دیتے نہیں دیکھا۔

(۴) "خدام الحرمین" کو "خدام الحرام" کا لقب دینا، اگر علمی کی بنا پر ہے، تو خدا آپ کی وہ علمی کو علم سے بدلے، اگر قصداً ایک گروہ کی دلآزاری کے لیے لکھا گیا ہے، تو دوسروں کی اصلاح سے قبل اسکے مصداق آپ خود اپنے اصلاح باطن کے لیے دعا فرمائیے۔

(۵) سچ اور ایڈیٹر سچ اس وقت تک بحمد اللہ انجمن مذکور کے نہ صرف "زیر اثر" نہیں بلکہ "بالائے اثر" و "پیش اثر" و "پشت اثر" کچھ بھی نہیں ہیں۔

(۶) پشاور کا تکلف۔ لیکن آخر اس خندہ کا یہ سرخ کیا تھا؟ مرعوب کن شخصیت تو کسی عظمۃ السلطان و جلالۃ الملک ہی کی ہو سکتی ہے، نہ غریب و فاقہ کش محمد علی کی، جو آپ ہی کی روایت کے بموجب اور دوسرے ایک تعلقدار کا وظیفہ خوار ہے!

(۷) جس صورت میں آپ نے اس واقعہ کو لکھا ہے، اس میں اس کا علم آپ کو بجا نہیں ہے۔ لیکن اگر صحیح بھی ہو، تو یہ سوال پھر باقی رہ جاتا ہے، کہ اپنی قوم کے کسی رئیس سے وظیفہ حاصل کرنا زیادہ خطرناک ہے، یا سرکار برطانیہ کے خزانہ سے؟ اسکے جواب کے بعد "رامپوری ایڈیٹر" اور "نجدی سلطان" کے بیانوں کا موازنہ زیادہ آسان ہو جائیگا۔

(۸) اسی "بدعت و جہالت" کے گھرانے کے ایک فرد (عبد الباری مرحوم) نے اس دور آخر میں، جس جرأت و سبقت کے ساتھ، خلافت کمیٹی، خدام کعبہ، جمعیۃ العلما، وغیرہ کے سلسلہ میں، ترک موالات، صداقت آشتی، اور جہاد کی جو خدمات انجام دی ہیں، انکی نظیر آپ دیداران "علم و سنت" کے خاندانوں میں غالباً بلا دقت نہ تلاش فرما سکیں۔

(۹) آپ کے (اور میرے بھی) ممدوح حضرت شہید کے نامۂ عمل کی سپیدی "فرنگیوں" (اور انکے مددگاروں) سے جنگ کرنے سے حاصل ہوئی، نہ کہ "فرنگی محلیوں" سے۔ اسی بزرگ کی راہ پر چل کر ہم آپ سب آج بھی اپنے نامۂ عمل کی سیاہی کو سپیدی میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

(۱۰) یہ خوب ہوا، کہ آپ نے خاتمہ پر اپنے اور اپنے جیسے دوسرے "دینداروں" کے اس عقیدہ سے پردہ اٹھا دیا، کہ سلطان ابن سعود سے مخالفت کرنا دشمنی اسلام کے مرادف ہے! ممکن ہے، بعض "دینداروں" کا یہ معیار رہے، لیکن ہم "دنیادار" تو اپنا معیار اس سے بالکل الگ رکھتے ہیں، اور بیچارے سلطان ابن سعود کا تو ذکر ہی کیا ہے، کسی بڑے سے بڑے اور بہتر سے بہتر انسان کو بھی، بجز ایک ذات کے جو عبد کامل ہو گزری ہے، اسلام کا ہم معنی قرار دینے سے قاصر ہیں۔

سچ کا مسلک

سچ کے پڑھنے والوں کی بڑی تعداد بحمد اللہ ایسی ہے جسے اسکے مسلک کی بابت غلط فہمی نہیں ہوتی۔ لیکن ایک جماعت ایسی بھی ہے، جو متفرق طور پر دو ایک پرچے دیکھ کر، اور ان کے کسی خاص مضمون کو اپنی رائے کے موافق پا کر جھٹ سے سچ کو اپنا ہم خیال سمجھنے لگتی ہے، اور پھر جب آگے چل کر کسی مسئلہ میں سچ کی رائے کو اپنی رائے سے الگ پاتی ہے، تو برہم و ناخوش ہوتی ہے، اور سمجھنے لگ جاتی ہے، کہ سچ کی روش تبدیل ہو گئی۔ اور پھر اسی پر بس نہیں ہوتا، بلکہ اس فرضی تبدیلی کے کچھ اسباب بھی جو بڑی بڑی بدگمانیوں پر مشتمل ہوتے ہیں، از خود گڑھ لیے جاتے ہیں۔ اسی ذہنیت کا ایک نمونہ اوپر مذکور مراسلت ہے۔ سچ کے کارکن ہرگز معصوم و محفوظ نہیں، بشریت کی تمام خامیاں اور کوتاہیاں انسانی ان میں پوری طرح موجود ہیں، غلطی و خطا میں ہر لمحہ اور ہر آن وہ مبتلا ہو سکتے ہیں، اور ہوتے رہتے ہیں، لیکن باوجود ان سارے اقبال و اعترافات کے یہ بھی ایک حقیقت ہے، کہ اگر سچ کی پالیسی کے سب مبادی شروع ہی میں جلدی سے کام لینے کے بجائے سوچ سمجھ کر سچ کے مقاصد اور مسلک کی بابت ایک پختہ رائے قائم کر لیا کریں (باقی صفحہ ۵ پر)

"اندھیرے اور اُجالا"

اس عنوان سے مولانا محمد علی صاحب "ہمدرد" میں حسب ذیل تحریر فرماتے ہیں:-

"کہاں میر ظلمت کدہ، اور کہاں حضور سرور کائنات کے روضۂ مبارک کے لیے روشنی کا سامان فراہم کرنا، لیکن اپنے اندھیرے گھر میں اُجالا کرنا چاہتا ہوں۔ میں شرماتا تھا کہ میرے گھر میں تو برقی روشنی ہو اور روضۂ رسول پر زیتون کے تیل کے چراغ جلانے کے لیے بھی خدام حرم کو قرض ادھار لینا پڑے، اس لیے اپنی گستاخی سے ہی سہی میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میرے ہاں جس قدر ماہوار خرچ برقی روشنی کا ہو اس کا چالیسواں حصہ (کہ زکوٰۃ کی شرح بھی یہی ہے) ہر مہینہ دفتر خلافت میں روضۂ مبارک پر روشنی کے سامان کے لیے بھیجا کروں گا! مسلم کون کہ زمین کے دربار میں ایک فقیر بھلا اس کی یہ وقعت

گر قبول افتد زہے عز و شرف

شاید اسی سے میری قبر میں کچھ اُجالا ہو جائے۔ اگست، ستمبر اور اکتوبر کے بلوں سے حساب کر کے آج یہ رقم سینٹرل خلافت کمیٹی کے نام ارسال کیا ہے۔ ہمدرد اخبار اس لیے کیا کہ شاید اور بھائی بھی کم از کم اسی طرح کچھ رقم ماہ بماہ بھیجا کریں۔ جہاں دس پیسے اپنے گھر کی روشنی پر صرف ہوں وہاں ایک دو پیسہ اس شمع شبستان دو عالم اور مشعل ہدایت پر خرچ کرنا کون بڑی بات ہے؟ کسی کو معلوم بھی نہ ہوگا، اور ادا بھی دل کے ساتھ ادا ہو جایا کرے گا۔

کون بدنصیب مسلمان ایسا ہوگا، جو حصول سعادت کی اس سہل و آسان تدبیر کے اختیار کرنے میں بھی بخل کرے گا؟"

علماء کا اخبار

انگریزی خواں جماعت، اور گروہ علماء کے درمیان جو باہمی بدگمانیاں ہیں، اُن کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ہر گروہ دوسرے گروہ کے خیالات و جذبات سے پوری خبر و اطلاع نہیں رکھتا۔ وہ دیکھ رہے ہیں، کہ ہر انگریزی خواں مسلمان "ریفارمر" لامذہبی و الحاد کی لعنت میں گرفتار ہے۔ ہم اس خیال میں ہیں، کہ ہر لمبی داڑھی والا مولوی، تعصب، جمود و بے حسی کا مجسمہ ہے۔ یہ باہمی اجنبیت و بیگانگی دور ہو سکتی ہے کہ ایک دوسرے کی تحریروں کا مطالعہ رکھا جائے۔ انگریزی خواں جماعت کے ہاتھ میں، اس وقت ماشاء اللہ متعدد اخبارات ہیں، جو علماء کی نظر سے گذرتے رہتے ہیں۔ علماء کے ہاتھ میں اب تک کوئی اخبار نہ تھا۔ (دو ایک جو اخبار کہے جاتے تھے، اُن کی حیثیت اخبار کی نہیں، محض مذہبی رسائل کی تھی) خدا کا شکر ہے، کہ اب ڈیڑھ دو سال سے علمائے کرام کو بھی اپنے فرض کا احساس ہوا، اور جمعیت العلماء نے اپنا سہ روزہ اخبار الجمعیۃ کے نام سے دہلی سے جاری کر دیا۔ میں نے اس اخبار کو نکتہ چینی کی نظر سے دیکھا، لیکن مسرت تمام کہتا ہوں، کہ طول تجربہ نے نکتہ چینی کو مداحی میں تبدیل کر دیا۔ ظاہر ہے کہ کسی اخبار کی ہر سطر اور ہر تحریر کی پوری تائید نہیں کی جا سکتی، لیکن اس میں ذرا شبہ نہیں، کہ جس متانت، جس اسلوب پسندیدہ کے ساتھ الجمعیۃ حق و صداقت، ملک و قوم کی خدمات انجام دے رہا ہے، اُس نے گروہ علماء کی جانب سے بہت سی بدگمانیوں کو دور کر کے اُن کی جگہ بہت سی خوشگوار امیدیں پیدا کر دی ہیں۔ مضامین، خبریں سب کے لحاظ سے ہمارا اخبار الجمعیۃ اس کا حق رکھتا ہے کہ قدیم و جدید دونوں گروہوں کے مطالعہ میں رہے۔ مولانا کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ جو اس کی ترویج و اشاعت کے لیے اپیل شایع کر رہے ہیں، اُس کا جواب صرف منظوری ہی سے دیا جا سکتا ہے۔ ہفتہ میں دو بار شایع ہونے والے اخبار کے لیے چھ روپیہ سالانہ چندہ کی رقم کچھ بھی زیادہ نہیں۔ البتہ اتنی گذارش جناب مولانا کی خدمت میں بھی کرنی ہے، کہ اشتہارات کا حصہ بھی اخبار ہی میں شامل ہوتا ہے، اور جو متانت و شرافت، اخبار کے اصل صفحات میں ہوتی ہے، اُس سے صفحۂ اشتہارات کو محروم نہ رکھنا چاہیے۔

(عبدالماجد)

(بقیہ شذرات صفحہ ۲)

تو کجا آخر بار بار ہو بیان نہ یوں -

ہر کسے از ظن خود شد یار من

وز درون من نجست اسرار من

سچ کا پہلا مقصد، اُس کے ابتدائی پرچے میں بتا دیا گیا تھا کہ اسلامی زندگی کی طرف بلاوا دینا، اور ہر شعبہ میں اسلامی زندگی کی دعوت ہوگا، یہ تصریح کر دی گئی تھی، کہ اسے کسی خاص فرقہ کی مخالفت یا موافقت سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ پھر آج اس سے وہ توقعات کیوں قائم کی جاتی ہیں، جو النجم، الجمعیۃ، نور القدس، اور دوسرے اپنی اپنی جگہ پر قابل قدر فرقہ وار پرچوں سے پوری ہو سکتی ہیں۔ حنفیت، وہابیت، مرزائیت، کے جزئیات میں زیادہ دخل دینا، یا فرنگی محل، دیوبند، بریلی وغیرہ کے مناقشات میں محاکمہ کرنا، یقیناً سچ کے دائرۂ عمل سے باہر ہے۔ بدعات اور غیر شرعی مراسم قوم کو اپنے امکان بھر مٹانا بے شبہ ہمارے فرائض میں ہے، لیکن ان فرائض سے کہیں زیادہ اہم، مقدم اور وسیع فرض یہ ہے، کہ جو ضرب باہر سے اجتماعی کلمہ پر پڑ رہی ہے، اُس کا مقابلہ کیا جائے۔ محرم کی تعزیہ داری اور شب برات کی آتشبازیوں سے اسلام کو بے شبہ نقصان، اور شدید نقصان پہنچا ہے، اور سچ اپنی ناچیز کوشش انشاء اللہ برابر ان کی اصلاح کے لیے جاری رکھے گا، لیکن ان "فتنوں" کو اس "قیامت" سے کیا نسبت ہے، جو مختلف ناموں اور مختلف صورتوں میں براہ اسلام و ایمان، توحید و رسالت کے درپے ہے! بہتر ہوتا اگر سچ کی اصلی قوت کو اسی بڑے غنیم کے مقابلہ کے لیے وقف رہنے دیا جاتا۔

الخلافت

(از جناب مولوی برکت اللہ صاحب بھوپالی)

اس کتاب میں مسئلہ خلافت پر تاریخی و مذہبی نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے، خلیفہ کون ہو، کہاں رہے، اور خلافت کے لوازم و ضروریات کیا کیا ہونا چاہییں؟ ان سب پر واضح خیالات۔ انگریزی داں اصحاب ضرور منگائیں۔

قیمت ۸ر

مہتمم سچ لکھنؤ

اسلام کا نظام جمہوریت

نمبر (۳)

(از خامۂ مولانا ابوالکلام آزاد مدظلہ)

امیر معاویہ کے عامل نے جب یزید کی نسبت مدینہ میں خطبہ پڑھا اور کہا کہ خلافت کے لیے امیرالمومنین یزید حسب سنت اسلام خلیفہ ہوتے ہیں۔ تو فوراً ایک مسلمان نے کھڑے ہو کر علانیہ کہہ دیا کہ تم جھوٹے ہو۔ اسلام سے اس استبداد اور وراثت کو کیا تعلق؟ یوں کہو کہ وہ شاہ باپ ہرقل اور کسریٰ کا بادشاہ ہوتا ہے! یہ واقعہ تمام تاریخوں میں موجود اور مشہور ہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوگا کہ کسی رئیس کا تقرر اگر بشکل انتخاب نہ ہو تو وہ مسلمانوں کے نزدیک امام اسلام نہیں ہو سکتا تھا بلکہ قیصر و کسریٰ سے مشابہ سمجھا جاتا تھا۔ آنحضرت نے اپنی مشہور حدیث میں اسی قسم کی حکومت کو "ملک عضوض" فرمایا ہے۔ اسی لیے حضرت عمرؓ نے انتقال کے وقت اعلان فرما دیا کہ میرے بیٹے عبداللہؓ کا خلافت میں کوئی حصہ نہیں۔

خلافت راشدہ کے بعد بنو امیہ کا دور شروع ہوتا ہے جنھوں نے نظام حکومت اسلامی کی بنیادیں متزلزل کر دیں۔ تاہم جب ان ہی میں قائم بدعات امحی السنۃ حضرت عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوئے، تو گو حسب سنت "ملک عضوض" سلیمان بن عبدالملک نے اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا تاہم چونکہ از روئے شریعت اسلام کسی امام کے نصب کیلیے اسی قدر کافی نہ تھا اس لیے انھوں نے مسجد عام میں کہہ دیا: مسلمانو! از روئے اسلام تمھارے انتخاب عام سے میرا تعین نہیں ہوا، اس لیے میں خلیفہ نہیں ہوں، تمھیں حق ہے کہ میرے سوا کسی اور کا انتخاب کر لو۔ اصل الفاظ یہ تھے:

ایہا الناس انی ابتلیت بھذا الامر من غیر رای منی ولا طلبۃ ولا مشورۃ من المسلمین وانی قد خلعت ما فی اعناقکم من بیعتی ولا انفسکم بغیری	لوگو! میں اپنی بیعت اس خواہش اور مسلمانوں کے عام مشورہ کے بغیر امارت کے منصب میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ پس میں تم کو اپنی بیعت کے بارے سبکدوش کرتا ہوں اب تم اپنے لیے میں اختیار ہو میرے سوا جسکو چاہو اپنا امام بنا لو۔

جس طرح ارتقائے انسانی کے بعد بھی گزشتہ اعضائے اثریہ کا وجود باقی رہ گیا ہے بعینہ اسی طرح گو بعد کی اسلامی حکومتوں سے خصوصیات حکومت اسلامیہ ایک ایک کرکے رخصت ہو گئیں۔ تاہم گزشتہ طرز حکومت کے بعض اعضائے اثریہ کا وجود اب تک باقی ہے۔ میری مراد اس سے "بیعت" ہے۔ بیعت کے یہ معنی ہیں کہ تمام افراد ملک اپنے اپنے شہر کے حکام کے دربار میں جمع ہو کر بادشاہ کی حکومت تسلیم کر لینے کا اقرار کریں اور دارالحکومت میں بھی عہدہ داران کبار، مثلاً وزراء، سرداران فوج، قضاۃ، امراء و حکام، و اعیان بلد بادشاہ کے حضور میں آ کر اعتراف حکومت و وعدۂ اطاعت کریں۔ دولت امویہ، دولت عباسیہ اور تمام اسلامی سلطنتوں میں ہمیشہ اس پر عمل رہا۔ ہندوستان کی دولت مغلیہ کی تاریخ اس پر شاہد ہے۔ گو ترکی میں ہر نئے سلطان کی تخت نشینی کے بعد دلین دربار بیعت کا ہوتا ہے۔

متقدمین متکلمین اسلام نے امامت و حکومت کی جو شرطیں قرار دی ہیں ان سے بھی مسئلہ انتخاب امام پر روشنی پڑتی ہے۔ گو انھوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ صرف حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے طریق انتخاب کو اصول قرار دے کر لکھا ہے تاہم اتفاق اور شوریٰ کو اصل اسلامی تسلیم کرتے ہیں۔ قاضی ماوردی الحاوی شرح میں لکھتے ہیں:۔

الامامۃ تنعقد من وجہین احدہما باختیار اہل الحل والعقد والثانی بعہد الامام من قبل (الاحکام السلطانیہ ص ۴)	خلافت چند طریقوں سے منعقد ہوتی ہے ایک تو ملک کے اہل الرائے اشخاص کے انتخاب سے، دوسرے اس سے کہ امام سابق خود کسی کا امام متعین کر دے۔

علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں:۔

وتنعقد الامامۃ بطرق احدہا بیعۃ اہل الحل والعقد من العلماء والروساء و وجوہ الناس۔ (بحث امامت)	خلافت چند طریقوں سے منعقد ہوتی ہے ایک یہ کہ معززین، روساء و علماء و دیگر اہل الرائے اشخاص بیعت کریں

سید شریف اور قاضی عضدالدین مواقف و شرح مواقف میں جو عقائد اہل سنت کی مستند ترین کتاب ہے لکھتے ہیں:۔

وانہا ای الامامۃ تثبت بالنص من الرسول ومن الامام السابق بالاجماع وتثبت ایضاً ببیعۃ اہل الحل والعقد عند اہل السنۃ والجماعۃ والمعتزلۃ والصالحیۃ من الزیدیۃ (ص ۶۰۶)	خلافت رسول اور امام سابق کی تعیین سے اجماعاً اور اہل حل و عقد ملک کی بیعت سے منعقد ہوتی ہے۔ اہل سنت و جماعت، معتزلہ اور صالحیہ زیدیہ کے نزدیک ایسا ہی ہے۔

دوسری جگہ اسی کتاب میں مذکور ہے:۔

وللامۃ خلع الامام وعزلہ بسبب یوجبہ مثل ان یوجد منہ ما یوجب اختلال احوال المسلمین وانتکاس امور الدین کما کان لہم نصبہ واقامتہ لانتظامہا واعلائہا وان ادی خلعہ الی الفتنۃ احتمل ادنی المضرتین (ص ۶۰۰)	قوم کو حق حاصل ہے کہ کسی سبب سے خلیفہ کو معزول کر دے مثلاً اس سبب سے کہ مسلمانوں کے حالات اور امور دین کے انتظامات و تدابیر اسکے باعث مختل و برباد ہو جائیں۔ جس طرح کہ خلیفہ کے تقرر و انتخاب کا حق امور اسلامیہ کے انتظام و ترقی کے لیے تھا اسی طرح معزولی کا بھی ہے اور اگر معزولی سے فتنہ پیدا ہو تو پھر معزولی اور مختل احوال المسلمین ان دونوں میں سے جو کم تر ہو اسکو برداشت کر لیا جائیگا۔

یہ موقع نہیں کہ ان تصریحات متکلمین و اصحاب عقائد کی نسبت زیادہ بحث کی جائے، تاہم چند اشارات ضروری ہیں:

(۱) کتب کلام و عقائد میں اہل اصول غزالی و اجماع امت و انتخاب امام و عدم نص شخصی و تعیین شخصی کو صاف طور پر لکھا ہے، اور گو ان سے اسکا مقصد نظام حکومت اسلامیہ کی تعبیر نہ تھا بلکہ زیادہ تر فرقۂ بحث و جدل اور خلافت راشدہ کا اثبات، تاہم اصول شوریٰ و جمہوریت کے اکثر مباحث اسکے ضمن میں آ گئے۔

لیکن اس میں شک نہیں کہ جس اہمیت و وسعت کے ساتھ اس مسئلہ کو

کتب عقائد و کلام کا جیسے مدونات اسلامیہ میں ہوتا رہا ہے تھا، اور ایک ایسے اصولی اور بنیادی مسئلہ کے لیے جس قدر وضاحت کی ضرورت تھی، اگر اسکو پیش نظر رکھیے تو نہایت درد و افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم کو جو کچھ ملا وہ کافی نہیں، اور جس نظر سے اسکا دیکھنا مستحق تھا اس نظر سے عام طور پر ائمہ و مشاہیر و سابقین امت نے اسے نہ دیکھا۔

لیکن اس اغماض سے نفس مسئلہ کی اہمیت کی تنقیص صحیح نہ ہوگی۔ بلکہ دراصل یہ حالت بھی مشکل اور بہت سی حالتوں کے نتیجے میں ہی ایسے اس تسلط اور احاطہ مستبدہ کا جس کے اثرات ہمارے ہر فن کا لٹریچر متاثر ہوا۔ اور یہ مسئلہ بھی عقائد و کلام کے مباحث سے گئے ہیں، جن سے اس کی صدائے بازگشت آج تک آ رہی ہے۔ بنی امیہ کی سب سے پہلی بدعت اور اسلام و مسلمین پر ان کا اولین ظلم یہ تھا کہ نظام حکومت اسلامیہ کا تختہ کلیۃً الٹ دیا، اور خلافت راشدہ جمہوریہ صحیحہ کی جگہ مستبدہ و غاصب ملوکیت کی بنیاد ڈالی۔ یہ انقلاب بہت شدید تھا اور بہت مشکل تھا کہ ملک کو اس پر راضی کیا جائے۔ صحابہ کرام ابھی موجود تھے اور خلافت راشدہ کے واقعات بچے بچے کی زبان پر تھے۔ اس لیے اس احساس اصلاحی کو مٹانے کے لیے تلوار سے کام لیا گیا، اور جس نے ذرا بھی حق و معروف سے زبان کھولی اسکو زور شمشیر و خنجر سے چپ کرا دیا گیا۔ رفتہ رفتہ احساس منقلب اور خیالات بدلنے لگے اور حقیقت روز بروز مستور و محجوب ہوتی گئی۔ انکے بعد بنی عباس آئے۔ اس میدان میں بھی انکے وہی جوش و خروش تھے۔ تصنیف و تالیف اور تدوین علوم اسلامیہ کا عروج ہوا تو وہ دور عجمی موجود تھا۔ اور کام کر رہا تھا۔ یہ امام اور خلیفہ کے حق خلافت کے لیے فسق و معصیت کو بھی معزز نہیں سمجھتے تو یہ کتاب و سنت کا اثر نہیں ہو سکتا، جو "واجعلنا للمتقین اماما" کی دعا تلقین کرتا ہے۔ پھر اگر یزید اور ولید کی خلافت کی بیعت ہوا، اس سے مقصود نہ تھا تو اور کیا تھا؟

(۱) ان تصریحات میں تم دیکھتے ہو کہ انتخاب خلیفہ کے لیے انتخاب عام و مشورہ اہل حل و عقد کے ساتھ خلیفہ سابق کی تعیین کو بھی ایک شکل صحیح قرار دیا ہے۔ دراصل اس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتخاب کی مثال پیش نظر ہے۔ لیکن غور کیجیے تو حضرت عمر کے لیے گو حضرت ابوبکر نے تحریک کی لیکن اس پر ارباب حل و عقد اور عامہ مسلمین نے پسندیدگی کا اظہار کیا، اس لیے وہ بھی تعیین شخصی نہیں، بلکہ بمنزلہ انتخاب عام کے تھا۔

اس بنا پر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسلام نے سوا انتخاب عام کے اور کوئی صورت تعیین خلفا یا ولیعہدی وغیرہ کی قرار نہیں دی ہے اور اس لیے کتب عقائد کی تقسیم، تعدد طرق نصب امام بالکل غیر ضروری ہے۔

حضرات امامیہ گو امامت و خلافت کے لیے اجماع امت تسلیم نہیں کرتے، تاہم انکا ایک فرقہ زیدیہ حق امامت کو آل حسن و حسین صلوٰۃ اللہ علیہما میں محدود قرار دینے کے باوجود آل طاہرین میں سے ایک کا انتخاب بذریعہ شوریٰ کرتا ہے۔

ان تصریحات کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ اسلام میں جمہوریت کا جز و اعظم یعنی مسئلہ انتخاب مفقود ہے؟

(الہلال)

جمہوریت اور اسلام

نمبر (۵)

مولانا خواجہ عبد الحی صاحب

آپ کو حکم ہوتا ہے، کہ ضروری کاموں میں اپنے صحابہ سے مشورہ کر لیا کریں۔ امرہم شوریٰ بینہم، مسلمانوں کا طرۂ امتیاز ہے۔ حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا: ما تشاور قوم قط الا ہدوا لارشد امرہم۔ جب کبھی ایک قوم کسی کام کے متعلق مشورہ کرے گی، تو اسکو بہترین راہ عمل کی طرف ہدایت ہوگی۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: ما رأیت رجلا اکثر استشارۃ للرجال من رسول اللہ صلعم۔ میں نے رسول اللہ سے بڑھ کر کسی شخص کو لوگوں کے ساتھ مشورہ کرنے والا نہیں دیکھا۔ مسند امام احمد میں ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ حضرت ابوبکر و عمر سے فرمایا: لو اجتمعتما فی مشورۃ ما خالفتکما۔ اگر تم دونوں کسی بات میں متفق ہو گے، تو میں تمہاری مخالفت نہیں کروں گا۔ چنانچہ ساری حیات طیبہ میں آپ کا یہی طرز عمل رہا۔ غزوۂ بدر میں مشورہ سے نکلے، جنگ احد میں اگرچہ آپ کی رائے مخالف تھی، مگر کثرت رائے کو تسلیم کر لیا۔ جنگ احزاب میں آپ کفار کو کچھ دینے پر رضامند تھے، مگر صحابہ کے مشورہ سے رک گئے، خود واقعۂ افک میں آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ (ریحان، تفسیر سورۂ آل عمران، صفحہ ۱۹۱)

آخر میں فرمایا گیا ہے، کہ جس وقت مشورہ مکمل ہو جائے، مسئلہ کے تمام ضروری اور نازک پہلو اطراف بحث سامنے آ جائیں، اور سب کے سب، یا کثرت رائے سے ایک امر کا فیصلہ کر لیں، تو پھر اس میں تساہل کی ضرورت نہیں، بلکہ جس قدر سامان و وسائل ہیں، ذرائع و اسباب ہیں، اور قوت و طاقت ہے، اس مقصد کے کسب و حصول میں صرف کر دینی چاہیے، اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنا چاہیے۔ نتیجہ کی طرف سے بے نیاز ہو کر اسکو خدا پر چھوڑ دینا چاہیے، تو یقیناً آپ غالب رہیں گے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں، کہ آپ سے عزم کے متعلق سوال کیا گیا، تو آپ نے فرمایا: مشاورۃ اہل الرأی ثم اتباعہم۔ ارباب حل و عقد کے ساتھ بحث و مشاورہ کرنا اور پھر پوری ہمت سے اسکے مطابق عمل کرنا عزم ہے۔ (ایضاً)

ان تمام آیات میں بتایا گیا ہے، کہ رسول اللہ صلعم نے کس طرح پر مسلمانوں کی منتشر قوت کو پھر یکجا کر دیا، اور وہ لوگ جو جنگ احد میں الگ ہو گئے تھے، انکو دوبارہ متحد کر دیا۔ اسمیں تمامتر بحث کا مطلب یہ تھا، کہ آئندہ جو لوگ آپ کے جانشین ہوں، وہ اسی اسوۂ حسنہ کا پورا اتباع کریں:۔

. . . .

. . . .

(۸) ان سے ہمیشہ مشورہ کرو، اور اپنی رائے پر اصرار مت کرو۔

(۹) تمام مسلمانوں کی طرح امیر کا حق مساوی ہو، کسی چیز کو اپنے لیے خاص نہ کرو

(ایضاً صفحہ ۱۹۶-۱۹۷)

شجرۃ الرضوان

نمبر (۲)

(از جناب شاہ محمد جعفر صاحب ندوی پھلواری)

آیۂ رضوان (لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ الخ) کی تفسیریں جو مفسرین متقدمین و متاخرین نے لکھی ہیں اُن سے بھی اس فسانۂ قطع و برید پر تھوڑی سی روشنی پڑتی ہے۔ لہٰذا انہیں بھی نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے:-

۱۔ روح المعانی جلد ۸ صفحہ ۲۰۰ میں یوں لکھا ہے:- "والشجرۃ کانت سمرۃ" پھر اس افسانۂ قطع و برید کو یوں تحریر فرماتے ہیں کہ "والمشہور ان الناس کانوا یاتون الخ" پھر صحیحین سے طارق بن عبدالرحمٰن کی وہ حدیث نقل کی ہے جو اوپر گذر چکی ہے اور جس سے استتار ہی ثابت ہوتا ہے۔

۲۔ در منثور جزو ۶ صفحہ ۷۳ میں لکھا ہے "واخرج البخاری وابن مردویہ عن طارق بن عبدالرحمٰن قال انطلقت حاجاً الخ" (روایت اوپر گذر چکی ہے) پھر لکھتے ہیں "واخرج ابن ابی شیبۃ عن نافع قال بلغ عمر ان الناس الخ"۔

۳۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۹ صفحہ ۲۲۳ میں لکھا ہے "ان الشجرۃ کانت سمرۃ بارض الحدیبیۃ" اس کے بعد سعید بن المسیب کی حدیث استتار بخاری سے نقل کی ہے۔ اور فسانۂ قطع نقل ہی نہیں کیا ہے۔

۴۔ معالم التنزیل جلد ۴ صفحہ ۔۔ میں ہے "تحت الشجرۃ وکانت سمرۃ" پھر سعید بن مسیب کی حدیث نقل کی ہے جس سے عدم قدرت علی الوجدان اور کلی انسیان ثابت ہوتا ہے۔ پھر عجیب بات لکھتے ہیں کہ "وروی ان عمر بن الخطاب مر بذلک المکان بعد ان ذہبت الشجرۃ فقال این کانت فجعل بعضہم یقول ہنا وبعضہم ہنا فلما کثر اختلافہم قال سیروا قد ذہبت الشجرۃ" یعنی حضرت عمرؓ درخت کے غائب ہو جانے کے بعد تشریف لے گئے اور پوچھا کہ درخت کہاں تھا؟ تو بعض یہاں اور بعض یہاں بتانے لگے۔ آپ نے فرمایا، چلو خود درخت غائب ہو گیا۔ اس میں بھی قطع کی کوئی روایت نہیں لکھی اور دیکھیں لکھتے۔ حضرت عمرؓ کو خود ہی جب نہیں معلوم اور آپ خود ہی اسے ڈھونڈھتے تھے اور آخر میں کہہ دیا کہ جاؤ درخت غائب ہو گیا تو پھر کٹوانا کیا معنی رکھتا؟

۵۔ لُب التفاسیر (ابن عادل، نسخۂ قلمی کتبخانۂ ندوۃ العلماء) میں بعینہ یہی روایت لکھی ہے اور قطع کی کوئی روایت نہیں لکھی ہے۔

۶۔ تفسیر سراج منیر جلد ۴ صفحہ ۵۳ میں پہلے سعید بن مسیب کی حدیث استتار لکھی ہے پھر حضرت عمرؓ کا یہی واقعہ جس سے خود انکا اس درخت سے ناآشنا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ بعینہ اسی عبارت میں لکھا ہے اور کوئی فسانۂ قطع نہیں درج کیا ہے۔

۷۔ تفسیر خازن جلد ۴ صفحہ ۱۵۰ میں مرقوم ہے "تحت الشجرۃ وکانت سمرۃ" اسکے بعد حضرت طارق بن عبدالرحمٰن کی وہ حدیث استتار نقل کی ہے پھر حضرت عمرؓ کا واقعہ بھی بعینہ اسی عبارت میں مرقوم ہے اور پھر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث عدم وجدان شجرہ لکھی ہے اور قطع و برید کی کوئی حکایت نہیں لکھی ہے۔

۸۔ تفسیر ابن جریر طبری جز ۲۶ صفحہ ۵۳ میں لکھا ہے "والشجرۃ التی بایع تحتہا نافع نوکرہ" "پھر نہ ملا" فرما کر حضرت عمرؓ کا بعینہ یہی واقعہ بعینہ عبارت میں نقل کیا ہے۔ صرف حضرت عمرؓ کے قول میں اتنا اضافہ ہے کہ "سیروا ہذہ تکلفت فقد ذہبت الشجرۃ" یعنی حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ چلو جاؤ یہ سب تکلفات ہیں وہ درخت غائب ہو گیا۔ پھر اس بے بنیاد شبہ کا (جو لوگوں کے دلوں میں "کیف نقدر علیہا ... فیہا" وغیرہ سے پیدا ہوتا ہے کہ بھلا آپ سے آپ ایک ہرا بھرا درخت کیسے غائب ہو سکتا ہے) جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں "وکانت سمرۃ فاذہب بہا سیل او خفی مکانہ" یعنے اس ہرے بھرے درخت کو سیلاب بہا لے گیا یا اسکے سوا کسی اور شے نے غائب کر دیا"۔ طبری جیسے محدث نے اگرچہ حضرت عمرؓ کے واقعہ کو "نہ ملا" فرما کر لکھا ہے (جس طرح کہ فسانۂ قطع کو روح المعانی میں "والمشہور ان الناس الخ" لکھ کے فرمایا ہے) لیکن محدث موصوف نے قطع کا فسانہ نہیں نقل کیا ہے۔

واضح ہو کہ علامہ ابن جریر طبری اکابر محدثین مجتہدین مسلمین سے ہیں۔ آپ کی تفسیر کے متعلق امام جلال الدین سیوطی "اتقان" میں فرماتے ہیں کہ باجماع علماء اس تفسیر سے بہتر کوئی تفسیر نہیں تالیف ہوئی ہے۔ درحقیقت شجرۃ الرضوان کے قطع کے وہ معنے ہیں جو لوگ اس لیے پڑھتے ہیں کہ وہ استتار و خفاء کے معنی آسمان پر اُڑ جانے کے سمجھتے ہیں جو ہمکو فہم ظاہر سے بعید ہے۔ علامہ طبری کا اس شبہ کو "اذہب بہا سیل او اشیء سواہ" فرما کر دور کرنا درحقیقت حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت مسیب بن حزن کی حدیثوں کی ایک واضح تفسیر ہے۔ جس سے یہ تمام شبہات دور ہو جاتے ہیں۔ اور قطع کی حقیقت صاف ظاہر ہو جاتی ہے۔

۹۔ تفسیر نیشاپوری جز ۲۶ صفحہ ۵۸ میں ہے "والشجرۃ کانت سمرۃ وقیل سدرۃ" اسکے بعد حضرت جابرؓ کی حدیث پھر حضرت مسیب کی حدیث نقل کی ہے مگر اس میں اتنا اضافہ ہے کہ "فلم یجدوا این ذہبت" یعنی لوگوں کو یہ معلوم ہو سکا کہ وہ درخت کہاں گیا اور کیا ہوا۔ انہوں نے بھی فسانۂ قطع نہیں تحریر فرمایا۔

۱۰۔ ملا علی قاری نے شرح شفا (قاضی عیاض) جلد اول صفحہ ۱۳۸ مطبوعہ قسطنطنیہ میں لکھا ہے کہ "وہی سمرۃ من شجر القتادۃ قد ذہبت بعد سنین من الہجرۃ" یعنی شجرۃ الرضوان ایک سمرہ کا سخت درخت تھا جو ہجرت نبوی کے چند سال کے بعد غائب ہو گیا۔ اسکے بعد حضرت عمرؓ کا واقعہ یوں نقل فرماتے ہیں: "وعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی خلافتہ جاء الموضع قد اختلف اصحابہ فی موضعہا وکثر تکلم جرہم (اس لفظ تکلم نے جو بعض اختلاف ہے کیسی بلاغت پیدا کر دی ہے) فی ذلک فقال عمرؓ ہذا ہو تکلف سیروا وترکہا"۔

ان تمام تفاسیر و روایات سے ناظرین کرام کو اچھی طرح معلوم ہو گیا ہوگا کہ حضرت عمرؓ کو خود ہی وہ درخت معلوم نہ تھا۔ جب آپ تشریف بھی لے گئے تو درخت غائب ہونے کے بعد۔ اور دریافت فرمایا تو یہ کہ "این کانت؟" وہ درخت تھا کہاں؟ ایسی صورت میں حضرت عمرؓ کے قطع شجرۃ الرضوان کے کیا معنی ہو سکتے ہیں؟ اور یہ روایت قطع

کس حد تک قابل قبول ہو سکتی ہے۔

اب آخر میں ہم تفسیر روح البیان کی ایک دلچسپ عبارت جو سلسلہ تفسیر آیۂ رضوان میں لکھی ہے نقل کرتے ہیں جو اس بحث کی بہتر فیصلہ ہے اس سے اور بھی چند مزید امور پر روشنی پڑتی ہے۔ روح البیان جزء ۲۶ صفحہ ۳۲۲ ملاحظہ ہو:-

قال فی انسان العیون بعد ما ذکر ان الشجرۃ التی وقعت تحتہا البیعۃ یقال لہا شجرۃ الرضوان ولما بلغ عمر بن الخطاب ان ناسا یاتون الشجرۃ فیصلون تحتہا توعدہم وامر بہا فقطعت خوف ظہور البدعۃ انتہی۔

وروی الامام النسفی فی التیسیر انہا عمیت علیہم من قابل فلم یدروا این ذہبت یقول الفقیر یمکن التوفیق بین الروایتین بانہا لما عمیت علیہم ذہبوا یصلون تحت شجرۃ علی ظن انہا ہی شجرۃ البیعۃ امر عمر رضی اللہ عنہ بقطعہا

وفی کشف النور عن اصحاب القبور للنابلسی اما قول بعض المتعززین انا نخاف علی العوام اذا اعتقدوا ولیا من الاولیاء وعظموا قبرہ والتمسوا البرکۃ والمعونۃ منہ ان یدرکہم اعتقاد ان الاولیاء تؤثر فی الوجود مع اللہ فیکفرون و یشرکون باللہ تعالی فننہاہم عن ذلک ونہدم قبور الاولیاء ونرفع البنایات الموضوعۃ علیہا ونزیل الستور عنہا ونجعل الاہانۃ للاولیاء ظاہرا حتی تعلم العوام الجاہلون ان ہؤلاء الاولیاء لو کانوا مؤثرین فی الوجود مع اللہ تعالی لدفعوا عن انفسہم ہذہ الاہانۃ التی نفعلہا معہم فاعلم ان ہذا الصنیع کفر صراح ماخوذ من قول فرعون ما حکاہ اللہ تعالی عنہ فی کتابہ القدیم وقال فرعون ذرونی اقتل موسی ولیدع ربہ انی اخاف ان یبدل دینکم او ان یظہر فی الارض الفساد ولیس بحجۃ اذ الصحیح من حال الامر لو ہم وہو من باب الفضول علی العامۃ انتہی۔

یقول الفقیر والتوفیق بین ہذا وبین ما فعلہ عمر رضی اللہ عنہ ان الذی یصح ہو ابتلاء ہذا الاوہام۔

یعنی انسان العیون میں لکھا ہے کہ وہ درخت جس کے نیچے بیعت ہوئی تھی شجرۃ الرضوان کہلاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کو انکے زمانۂ خلافت میں یہ خبر ملی کہ لوگ وہاں آکر نماز پڑھتے ہیں تو آپ نے اُن کو دھمکایا اور اسکے کاٹ ڈالنے کا حکم دیا چنانچہ وہ ظہور بدعت کے خوف سے کاٹ ڈالا گیا۔ انتہی

اور امام نسفیؒ نے تیسیر میں لکھا ہے (امام موصوف کا یہ قول ملا علی قاری نے بھی حاشیہ بیضاوی میں لکھا ہے جسکا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ فرنگی محل میں موجود ہے) کہ وہ درخت لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہو گیا اسلئے لوگ نہ جان سکے کہ وہ کہاں گیا۔ یہ فقیر (یعنی صاحب روح البیان) کہتا ہے کہ دونوں روایتوں میں جمع کی یہ صورت ہے کہ جب وہ درخت غائب ہو گیا تو لوگ شجرۃ الرضوان کا گمان کرکے دوسرے درخت کے پاس جاکر نماز پڑھنے لگے لہٰذا حضرت عمرؓ نے اسے کاٹ ڈالنے کا حکم دیا۔

کشف النور میں علامہ عبد الغنی بن اسمٰعیل نابلسیؒ فرماتے ہیں کہ بعض متعززوں کا یہ قول ہے کہ ہم عوام سے ڈرتے ہیں کہ اگر وہ کسی ولی کے معتقد ہونگے اور اسکی قبر کی تعظیم کریں گے اور اس سے برکت و اعانت حاصل کرینگے تو آخر میں اُن کا اعتقاد یہ ہو جائے گا کہ اولیا خدا کی طرح موثر فی الوجود ہیں اور اس طرح وہ کفر و شرک کا شکار ہو جائیں گے اسلئے ہم انہیں اس سے روکتے اور اولیا کی قبور کو اور بنایات علی القبور کو ڈھاکر اُنکی عزت برباد کرتے ہیں اور نیز اولیا کی بظاہر ہم اہانت کرتے ہیں تاکہ جاہل عوام یہ سمجھیں کہ اگر یہ اولیا خدا کی طرح موثر فی الوجود ہوتے تو اپنی اس اہانت کو جو ہم اُنکے ساتھ کرتے ہیں روکتے اور دفع کرتے۔ پس واضح رہے یہ حرکت ایک صریح کفر ہے اور یہ قول فرعون کے اسی قول سے ماخوذ ہے جو خدائے تعالیٰ نے اپنی کتاب قدیم میں یوں ظاہر فرمایا کہ قال فرعون الخ یعنی فرعون نے کہا کہ مجھے موسیٰ کو قتل کرنے دو اور وہ اپنے خدا کو مدد کے لیے پکاریں۔ میں ڈرتا ہوں کہیں وہ تمہارے دین کو بدل دے یا ہر زمین میں فساد نہ برپا کرے۔ اہانت اولیا (اگرچہ بظاہر ہو) ایک حرام امر ہے اور محض خوف ضلالت عوام کے باعث کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ انتہی۔

یہ فقیر (مصنف روح البیان) کہتا ہے کہ علامہ نابلسیؒ کے قول اور حضرت عمرؓ کے فعل قطع میں جمع کی صورت یہ ہے کہ ایسا کرنا ظن (جو قریب بہ یقین ہوتا ہے) کی صورت میں صحیح ہو سکتا ہے اور وہمی باتوں میں نہیں۔

واضح ہو کہ علامہ اجل عبد الغنی نابلسی دمشقیؒ صاحب الحدیقۃ الندیۃ اکابر علمائے محدثین میں ہیں۔ النور السافر اور تاریخ جبرتی وغیرہما میں آپکا مبسوط تذکرہ لکھا ہے۔ علامہ شامیؒ و طحطاویؒ شروح در مختار میں آپ کی تحقیقات سے استناد کرتے ہیں اور مولانا عبد الحیؒ فرنگی محلی نے آپ کے تبحر علم کا اکثر جگہ ذکر کیا ہے۔

مقلدین حنفیہ سے گزارش ہے کہ آپ کے ہاں تو دروازہ اجتہاد اب مسدود ہے اس لیے آپ کو تو فقط اپنے علمائے حنفیہ کی تحقیقات کے آگے سرنگوں ہونا چاہیے۔ اور حافظ ابن حجرؒ و قسطلانیؒ وغیرہما نیز جناب امام نسفیؒ، ملا علی قاریؒ، علامہ عبد الغنی نابلسیؒ، ملا حقی صاحب روح البیان اور مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی وغیرہم کے اقوال کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ ان مقدس بزرگوں میں سے کوئی اصلی شجرۃ الرضوان کے قطع کا قائل نہیں۔

ابھی ابھی مجھے امام عماد الدین یحییٰ بن ابی بکر عامری کی ایک کتاب "بہجۃ المحافل" ملی ہے۔ جس کی شرح علامہ جمال الدین محمد بحرینی نے لکھی ہے۔ اسکے صفحہ ۲۲۳ ج اول میں لکھتے ہیں: ان الشجرۃ المذکورۃ کانت سمرۃ وطلبت من العام المقبل فلم یقدروا علیہا وکانوا یعتقدون انہا رفعت۔

امام موصوف کی اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کرام نے دوسرے ہی سال اسکی جستجو کی لیکن باوجود تتبع نہ پا سکے۔ آخر ان لوگوں نے یہی سمجھا کہ وہ غائب ہو گیا۔ پھر امام موصوف نے آگے چل کر حضرت جابر بن عبداللہ کی حدیث نقل کی ہے جو کسی طرح اسکے غائب ہونے کے منافی نہیں ہو سکتی۔ امام موصوف کے قول کی شرح میں علامہ یمنی مذکور نے حضرت سعید بن مسیبؒ کی حدیث استناداً نقل کی ہے اور پھر حضرت عمرؓ کا وہاں جاکر لوگوں سے اس درخت کی جگہ کو پوچھنے کا بھی واقعہ لکھا ہے۔ اور کہیں قطع کی روایت اس کتاب میں میری نظر سے نہیں گذری۔

میرا یہ مختصر اور مجمل مضمون ابھی بہت کچھ اور تفصیل چاہتا ہے۔ اگر اتنا لکھنا کافی نہ ہو تو انشاء اللہ تعالیٰ مزید تفصیلات کیلئے بھی وقت نکالنے کی کوشش کرونگا۔ ابھی اس مضمون کے ضمن میں چند چیزیں اور باقی رہ گئی ہیں۔ مثلاً حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے قول "کانت رحمۃ" کی تفسیر اور حضرت عمرؓ کے کسی شجرۃ الرضوان کو کٹوانے کا اثر، غیر مستند یا مستند آثار انبیاء و اولیاء وغیرہا۔ اس کے لیے بھی آمادہ ہوں، لیکن خود ان مباحث کو چھیڑنا پسند نہیں کرتا۔ والسلام مع الاکرام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چند کتابیں

الناظر

[illegible]

تاریخ عرب

[illegible]

قیمت [illegible]

میلاد النبی صلعم

[illegible]

قیمت [illegible]

نغمۂ حرم

[illegible]

قیمت ۱۲ر

تفسیر الفرقان فی معارف القرآن

[illegible]

الخلافۃ الکبریٰ ۔ سورۂ بقر کی تفسیر ۔ [illegible]

بیان ۔ سورۂ آل عمران کی تفسیر [illegible]

الصراط المستقیم [illegible]

سبیل الرشاد سورۂ حجرات کی تفسیر [illegible]

کلید خزائن قرآنی

[illegible]

کشاف الہدیٰ

[illegible]

ترجمہ ابن خلدون مع مقدمہ

[illegible]

جلد اول ۔ دوم ۔ سوم [illegible]

بصائر القرآن

[illegible]

مصنفین اردو

اردو کے تین سو سے زائد مشہور و مقبول مصنفین کی [illegible] مکمل تصانیف کی فہرست [illegible]

قیمت [illegible]

المشتہر الناظر بک ایجنسی

علوم القرآن

[illegible]

تصوف اسلام

[illegible]

قیمت [illegible]

آئینہ حقیقت نما

[illegible]

قیمت [illegible]

پیام امن

[illegible]

قیمت [illegible]

حقائق اسلام

[illegible]

قیمت [illegible]

تاریخ الحرمین الشریفین

[illegible]

قیمت [illegible]

جدید دور اسلام

[illegible]

قیمت [illegible]

تجرید بخاری مع ترجمہ

[illegible]

قیمت [illegible]

انتخاب صحاح ستہ

[illegible]

مسلمانان اندلس

[illegible]

قیمت [illegible]

جزاء الاعمال

[illegible]

مستقبل اسلام

[illegible]

قیمت [illegible]

نامۂ نجد

[illegible]

قیمت [illegible]

ملنے کا پتہ ۔ الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

باہتمام [illegible] مالک و مہتمم الناظر پریس لکھنؤ میں طبع ہوا